صوفی ازم اور عصر حاضر کے تقاضے

محمد امداد حسین پیرزادہ
بانی و پرنسپل جامعہ الکرم

ہر دور کے تقاضے اور پسند و ناپسند کے زاویے الگ الگ ہوتے ہیں، کسی دور میں کشف و کرامات اور مافوق الفطرت واقعات کی پذیرائی زیادہ ہوتی ہے، کبھی عبادت و ریاضت اور خدمت خلق کو ترجیح دی جاتی ہے اور کبھی فطری اور حقیقی باتوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ سائنسی اور مادی دور میں افادیت پسندی اور عقل پرستی کا غلبہ ہے۔ آج کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ صوفی ازم سے بنی نوع انسان کو اس دنیا میں کیا فائدہ ہوگا؟ لوگوں کی خوشحالی اور امن و سلامتی میں کیا اضافہ ہوگا؟ کیونکہ ساری دنیا آخرت پر یقین نہیں رکھتی لہٰذا آج ضرورت ہے کہ صوفی ازم کے روحانی اور اخروی معاملات کے علاوہ اس کے مادی پہلو کو زیادہ اُجاگر کیا جائے۔

دور حاضر

دور حاضر کے اکثر صوفیاء اپنے عقیدت مندوں کے ہجوم میں گھرے رہتے ہیں اور انہیں زمانہ اور امت کے مسائل پر غور و فکر کا موقع نہیں ملتا ان سے گزارش ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے درج ذیل ارشاد گرامی کو ملاحظہ فرمائیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: .... عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو، اپنی حیثیت کو مدنظر رکھے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ (صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۳۶۳: جلد اول: ص ۲۰۷) اس سلسلہ میں علامہ ابن عابدین شامی نے ایک قول نقل فرمایا ہے وہ بھی غور طلب ہے: جو عالم اپنے زمانہ کے رسم و رواج اور اصول و ضوابط کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ (حاشیۃ ردالمحتار: جلد ۳: ص ۷۴۲: کتاب الایمان)

حکمت کا حکم

ہر دور کے تقاضوں اور مخاطبین کی عقل و سمجھ کے مطابق بات کرنا ہی اصل حکمت ہے جس کا قرآن و حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿آپ (اے پیارے نبی ﷺ!) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث ایسے انداز میں کیجئے جو سب سے اچھا ہو۔﴾ (قرآن: ۱۶: ۱۲۵) اس آیت میں حکمت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ حقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے

جس کے ذریعہ انسان حالات کے تقاضوں کو سمجھے اور موقع ومحل کے مطابق بات کرے یعنی سختی کی جگہ سختی، نرمی کی جگہ نرمی، اشارات کی جگہ اشارات اور صراحت کی جگہ صراحت سے بات کرے تا کہ مصلحتوں کا حصول ہو اور مفاسد کا خاتمہ ہو۔(تفسیر روح البیان) اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اسے پائے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔(ترمذی:۲۶۸۷:ابواب العلم:باب ۱۹) حکمت کے سلسلہ میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم (یعنی انبیاء علیہم السلام) کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔(کنز العمال:۲۹۲۸۲:جلد۱۰:ص۲۴۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے سامنے میری کوئی حدیث بیان نہ کرو مگر وہ جس کو ان کے عقل سمجھ سکیں۔(کنز العمال:۲۹۲۸۴:جلد۱۰:ص۲۴۲)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی قوم کو ایسی حدیث بیان نہ کرو جس تک ان کی عقلوں کی رسائی نہ ہو ورنہ وہ حدیث ان میں سے بعض لوگوں کے لئے فتنہ کا باعث ہو جائے گی۔(مسلم:۱۴:مقدمہ:باب۳)

اگر لوگوں سے ایسی بات کی گئی جو ان کی عقلوں سے بالاتر ہے یا ایسی آیت اور حدیث بغیر تشریح کے بیان کی گئی جس کا مفہوم مجمل ہو یا کسی جملہ کو سیاق وسباق سے کاٹ کر بیان کیا گیا تو ظاہر ہے لوگ ناسمجھی کی وجہ سے اس کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس طرح قرآن وحدیث کا انکار کر کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں دور حاضر کے بعض مسلمانوں نے جوش کو ہوش پر مقدم کر لیا ہے اور علم کو حکمت سے فارغ کر دیا ہے جس کی وجہ سے پوری امت مسلمہ کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا صوفیائے کرام کو چاہیے کہ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھیں اور علم کے ساتھ حکمت کو بھی بروئے کار لائیں۔ اس سلسلہ میں انیسویں صدی کے امریکی مصنف رابرٹ گرین انگرسل (Robert Green Ingersoll) کا قول غور طلب ہے:

"It is a thousand times better to have common sense without education than to have education without common sense."

(تعلیم کے بغیر صرف حکمت کا ہونا اس تعلیم سے ہزار درجے بہتر ہے جس کے ساتھ حکمت نہ ہو۔)

مکی دور

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی ایک عمدہ نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا جہاں مسلمان اقلیت میں تھے اور دوسرا حصہ مدینہ منورہ میں گزرا جہاں آپ کی سربراہی میں اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ مکہ میں آپ نے پرامن طریقے سے اسلام کی دعوت دی، مخالف قوتوں نے ظلم وستم کے پہاڑ گرائے حتی کہ صحابہ کرام کو بڑی بیدردی سے شہید کیا گیا مگر آپ نے تصادم کے بجائے صبر وتحمل کا راستہ اختیار کیا، ابوجہل وابولہب جیسے بدترین دہشت گردوں سے اعراض کیا اور پتھر کے بتوں کو توڑنے کے بجائے دلوں میں توحید کے چراغ جلانے کی جدوجہد کی۔ مکی حکمت عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم جیسے لیڈر اور بلال وعمار اور سلمان وزید رضی اللہ عنہم جیسے جاں نثار تیار ہوئے۔ مسلمان ممالک کے سربراہوں کو مدنی دور کی مثال قائم کرنی چاہیے لیکن غیر مسلم ممالک میں قیام پذیر مسلمانوں کو مکی دور سے استفادہ کرنا چاہیے، اسلام پر قائم رہتے ہوئے تصادم کے بجائے صبر وتحمل کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور حسن کردار سے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنانی چاہیے۔ صوفیائے کرام نے غیر مسلم ممالک میں مکی دور سے ہی

استفادہ کیا ہے اور حکومتوں سے تصادم کے بجائے عوام کے دلوں میں ایمان اور محبت کے چراغ جلائے ہیں۔اس سلسلہ میں داتا گنج بخش علی ہجویری اور خواجہ معین الدین اجمیری کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

آج کے گلوبل ولیج میں مسلمان ممالک بھی مکی دور کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اور 50 سے زائد مسلمان حکومتوں کے باوجود کہیں بھی اسلام کو نافذ نہیں کر سکے لہٰذا عالمی طاقتوں سے ٹکرانے کے بجائے مصالحت کی صورت پیدا کی جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں یہود اور حدیبیہ میں کفار مکہ سے باقاعدہ صلح فرمائی کیونکہ بیسویں صدی میں ہونے والے تصادم کے تمام واقعات میں مسلمانوں کی ہی تباہی ہوئی ہے۔مسلمانوں کو اب مزید کسی تصادم کا تجربہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی صفوں میں اتحاد اور اپنی عوام کی ترقی میں جدوجہد کرنی چاہیے۔

اکیسویں صدی

اسلام کی ابتدائی پانچ صدیوں میں شرعی علوم ترقی پذیر رہے مگر ان کا انداز بیان پرانا اور سادہ تھا جبکہ فلسفہ اور منطق کے اعتراضات جدید اور پیچیدہ تھے۔علمائے اسلام نے محسوس کیا کہ پہلے فلسفہ ومنطق کا مطالعہ کیا جائے اور پھر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کو جدید عقلی انداز میں پیش کیا جائے۔چنانچہ فلسفہ کی یونانی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا اور اس فلسفہ کی روشنی میں اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا رد کیا گیا۔اس سلسلہ کی ایک عظیم کڑی ''احیاء علوم الدین'' ہے جس میں حضرت امام غزالی نے علوم دین کو نئے انداز میں زندہ کرنے کی سعی جمیل فرمائی اور علوم دین کے ساتھ دیگر علوم جن سے امور دنیا وابستہ ہیں یعنی حساب، طب، لغت، کاشتکاری، نور بافی (کپڑا بننا)، سیاست، حجامہ (پچھنے لگانا)، اور خیاطہ (درزی کا پیشہ) وغیرہ کی تعلیم کو بھی فرض کفایہ قرار دیا۔(احیاء علوم الدین : کتاب العلم : بیان العلم الذی ھو فرض کفایۃ :ص ۲۶)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس جدید سوچ سے کئی ہم عصر علماء نے اختلاف کیا مگر وقت گزرنے کے ساتھ سب کو تسلیم کرنا پڑا کہ امام غزالی کی سوچ درست تھی۔اسی طرح حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان) نے جب 1957ء میں درس نظامی کے ساتھ انگریزی زبان اور دنیاوی علوم کا اضافہ کیا تو بہت سے ہم عصر علماء نے ان سے اختلاف کیا مگر آج سب لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ضیاء الامت کا فیصلہ درست تھا۔

قرون وسطی میں جب یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت مسلمانوں نے سپین میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی ترقی کی اور دنیا کہتی تھی کہ اگر کسی نے سائنس کا علم حاصل کرنا ہے تو وہ پہلے عربی زبان سیکھے مگر اب حالات بدل گئے ہیں، مسلمان خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور یورپ سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان کو چھو رہا ہے اور دنیا کہتی ہے اگر کسی نے سائنس کا علم حاصل کرنا ہے تو وہ پہلے انگریزی یا یورپی زبان سیکھے۔اس سلسلہ میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تُو نے　　وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں　　کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی　　ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اکیسویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنی غیر معمولی ترقی کی ہے کہ مستری اور مزدور کے بغیر صرف مشینیں آپ کی پسند کا مکان تیار کر رہی

ہیں، ہزاروں میل دور بند کمرے میں بیٹھے ہوئے شخص کو آپ اپنے ہاتھ میں آئی فون پر دیکھ سکتے ہیں، اس کی حرکات وسکنات کا جائزہ لے سکتے اور اس سے گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور مستقبل میں سائنس کیا عجوبے دکھانے والی ہے وہ ابھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ بہر کیف اس وسیع و عریض کرہ ارض نے ایک عالمی دیہات (Global village) کی صورت اختیار کر لی ہے اور عصر حاضر کے عقل پرستوں نے اسلامی عقائد واحکام اور شریعت وطریقت پر عقلی اعتراضات کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اب پھر ضرورت ہے کہ علمائے اسلام دور حاضر کو سمجھیں اور اس کے تقاضوں کے مطابق اسلام اور صوفی ازم کو جدید عقلی انداز میں پیش کریں۔ حضرت امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' کو لکھے ہوئے 900 سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، لہٰذا آج اگر جدید انداز میں کوئی ''احیاء علوم الدین'' لکھی جائے تو یہ دور حاضر میں اسلام کی بہت بڑی اور غیر معمولی خدمت ہوگی۔ بیسویں صدی کے برٹش تاریخ دان Arnold Joseph Toynbee نے لکھا ہے:

"Civilizations declined when their leaders stopped responding creatively."

تہذیبیں اس وقت زوال پذیر ہوتی ہیں جب ان کے لیڈر نئے مسائل کا نیا حل پیش نہیں کرتے۔

عمل کی دنیا

صوفی ازم ایک عملی چیز ہے اس میں قیل وقال سے زیادہ کیف وحال کی اہمیت ہے۔ صوفیائے کرام کی تعلیم فکر سے زیادہ عمل پر زور دیتی ہے کیونکہ عمل ہی ایسی سچائی ہے جو انسان کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔﴾ (قرآن: ۵۳:۳۹) اور شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔﴾ (قرآن: ۱۳:۱۱) اور شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تاریخ اسلام میں اہل سنت و جماعت یعنی صوفی مسلمان ہمیشہ سواد اعظم رہے ہیں اور امت مسلمہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو صوفیائے کرام خانقاہوں سے نکل کر میدان عمل میں اترے اور امت مسلمہ کی رہنمائی میں اپنا کردار ادا کیا۔ جیسا کہ گزشتہ صدی کے سکاٹش تاریخ دان اے۔ آر۔ گب (A.R.Gibb) نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی توانائی اور قوت بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ (دہشت گردی اور فتنہ خوارج: ص ۵۸۴)

مگر گزشتہ ایک صدی کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ سواد اعظم مسلسل زوال پذیر ہے اور معمولی معمولی باتوں پر تقسیم در تقسیم ہو کر اپنی اپنی مساجد اور خانقاہوں تک محصور ہو گیا ہے۔ اس سواد اعظم کے جمود، سکوت اور اختلاف کی وجہ سے دہشت گردی اس قدر سرگرم ہو گئی ہے کہ اس نے پوری دنیا کو پریشان کر دیا ہے۔

لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ صوفیائے کرام خانقاہوں سے باہر نکلیں، امت کے وسیع تر مفاد کے لئے اپنی رنجشوں سے درگزر فرمائیں اور باہمی اتحاد کے ساتھ دہشت گردی کا مقابلہ کریں، کیونکہ اگر دہشت گردی کا سیلاب اسی طرح بڑھتا رہا تو خانقاہوں اور مزارات کو بموں اور راکٹوں سے اُڑا دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں شاعرمشرق علامہ اقبال کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری   کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!   تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں